اسلام اور تلوار

حکیم الامت علامہ ہندی آیۃ اللہ سید احمد نقوی

ایک مبصر اور مؤرخ مسلمانوں کی تاریخ کا جب مطالعہ کرے گا تو وہ بلا پس وپیش یہ کہہ دے گا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔

تاریخی واقعات کی لاکھ توڑ مروڑ کرو، حقائق کے مقابلہ میں تاویلیں اور بناوٹیں کارگر نہیں ہوسکتیں۔

رسولؐ کے بعد کے تمام فتوحات اور ملک گیریاں کیا صفحات تاریخ سے مٹائی جاسکتی ہیں؟ لٹیرے عربوں کے غافل ہمسایہ قوموں پر اچانک حملے اور اسلام کے نام پر ان کی سفا کی و بے رحمی کی داستانیں کیا صفحات تاریخ سے محو کی جاسکتی ہیں؟ استغفر اللہ! لیکن ایک منصف معترض کو واقعات کے مطالعے سے پہلے یہ جانچنا چاہئے کہ مذہب درحقیقت کس چیز کا نام ہے؟ آیا صحیح معنی میں مذہب وہ ہے جو اس کے بانی کی تعلیم وعمل سے پیش کیا جائے یا وہ ہے جس کو بلا لحاظ تعلیم بانی، مذہب والوں نے اپنے رنگ میں رنگ کر پیش کیا ہے۔ بلاشبہہ مذہب وہی ہے جو آئینہ دار ہو تعلیم وعمل کا اس کے بانی کی پیروؤں کے اعمال کو سامنے رکھ کر جو فی الحقیقت بانی کی تعلیم وعمل سے مطابقت نہ رکھتے ہوں اصل مذہب پر اعتراض کرکے بدنام کرنا انصاف و حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ صحیح اسلام تو وہی ہے جس کو رسولؐ خدا نے پیش فرمایا۔ ان کے اقوال واعمال کی جانچ کرو، پھر فیصلہ کرو کہ وہ تلوار کا مذہب ہے یا علم وحلم، صلح ومحبت، رواداری، امن وسلامتی کا مذہب ہے؟

رسولؐ اور ان کے مشن چلانے والے علیؑ و بتولؑ، حسنؑ و حسینؑ اور ان کی اولاد طاہرینؑ، ائمہ معصومینؑ کے اقوال واعمال کی جانچ سے صاف پتہ چلے گا کہ حقیقی اسلام کیا ہے اور اس کو تلوار کا مذہب کہنا کہاں تک اسلام کے ساتھ بے انصافی کرنا ہے۔

رسولؐ کا اصلی کارنامۂ زندگی

آپ کا خاص کارنامہ صرف یہ تھا کہ ہدایت وخدمت خلق کریں، ہر مصیبت وتکلیف کو انسانی سدھار میں برداشت کریں۔ یہی نفسیاتی ساخت ان بزرگوں کی تھی اور ان کی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں ہے۔ ان کا ہر عمل انقلاب ذہنیت اور انسانی خیر خواہی کے لئے تھا۔ وہ علم کو عام کرنا چاہتے تھے، جہالت کو دور کرکے کبر ونخوت، فوقیت واقتدار کو مٹا کر برادری، مساوات وحریت قائم کرنے کے لئے جان کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ وہ ملک و مال رعایا کے واسطے سمجھتے تھے۔ اپنے کمال علمی، فقر وفاقہ وخدا پرستی پر فخر کرتے تھے۔ اقتدار حکومت و مطلق العنانی، سرمایہ داری، مال ودولت کی ذخیرہ اندوزی کی سخت ترین مذمت کرتے تھے۔ اس کے سوا ان کا کوئی اور مشن نہ تھا۔ وہ امن وامان اور سلامتی کا پیغام تمام انسانوں کو سناتے تھے اور انہوں نے ملکی قانون کا اساس اسی کو قرار دیا تھا انسان کے لئے ہر شعبۂ زندگی میں یہی اصول قرار دئے تھے اور انسانی تعمیر اسی کی ماتحتی میں تھی اور ان کا ہر وقت تصادم انسانیت کی بگڑی ہوئی تصویر سے تھا۔ وہ بے عقل قدامت پسندی اور نفسانیت سے ہمیشہ برسر پیکار تھے۔ وہ ملک وحکومت اور اقتدار وسرمایہ داری کے ہرگز طالب نہ تھے۔

رسولؐ کی لڑائیاں صرف دفاع اور حفاظت خود اختیاری

کے لئے ہوتی تھیں۔ صرف حدود مدینہ کے قریب، فتح کے بعد رسولؐ بطور حاکم روحانی کے تھے، سلطنت وملوکیت کا نام ونشان نہ تھا۔ سرمایہ داروں سے خمس وزکوٰۃ بطور ٹیکس لیا جاتا جو مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں پر خیرات ہوتا تھا۔ حکومتی نمائش کے واسطے نہ تھا اور کفار سے بطور جزیہ جو ٹیکس لیا جاتا تھا وہ ان کے جان و مال کی حفاظت میں صرف ہوتا۔ جانی، مالی، مذہبی ہر قسم کی کفار کو آزادی تھی اور تمام شہری حقوق ان کو حاصل تھے۔ محارب کفار پر بھی کبھی رسولؐ نے حملہ نہیں کیا۔ ہمسایہ قومیں امن وامان کی زندگی بسر کرتی تھیں۔ ہاں جو خود چڑھ کر حملہ آور ہوا اس سے حفاظت خود اختیاری کے لئے جنگ کی گئی۔

غیر ممالک میں کب رسولؐ نے فوج کشی کی؟ البتہ وفد بھیجے، مبلغ بھیجے، جو تنہا جاتے اور تبلیغ اسلام کرتے جیسے حبش، یمن اور مکۂ معظّمہ میں مبلغ بھیجے گئے۔ حبشہ میں علی مرتضیٰؑ کے بھائی جناب جعفر طیارؑ کو تبلیغ کے واسطے بھیجا تھا اور یمن ومکہ معظّمہ میں اپنے شاگرد رشید علی مرتضیٰؑ کو تن تنہا بھیجا تھا۔ آپ اپنے بشیر ونذیر ہونے کا بطور افتخار اعلان کرتے رہتے تھے اور قرآن مجید بھی ان کو بار بار انہی لقبوں سے یاد کرتا تھا۔

وہ ملک گیر، فاتح اور جنگجو ہونے کے نہ مدعی تھے، نہ انہوں نے اس پر کبھی فخر کیا، نہ نبوت ورسالت سے اس کا کوئی تعلق اور لگاؤ تھا۔ اگر کوئی لگاؤ ہوتا تو چند انے گنے نبیوں کے سوا اور تمام انبیاؑء کا بھی فرض ہوتا کہ وہ جہاد کرتے اور ملک گیر و جنگجو ہوتے۔

ہمارے رسولؐ کے فرائض قرآن مجید نے بتا دیئے ہیں۔ تلاوت کتاب، تزکیۂ اخلاق، تعلیم کتاب وحکمت۔ ان میں کہیں جہاں گیری وکشور کشائی کا ذکر نہیں ہے۔

ہمسایہ قوموں میں رسولؐ کا بار بار یہ اعلان اور اسلامی اصول پہنچ کر انہیں مطمئن کر چکا تھا۔ وہ نہ جانتے تھے کہ رسولؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی نام کے مسلمان اچانک ان پر حملہ کر دیں گے ورنہ وہ بھی سرحدی استحکامات سے اپنی حفاظت کرتے اور لٹیروں کے لقمۂ تر نہ بن جاتے۔

بالکل یہی تعلیم رسولؐ کی علیؑ وفاطمہؑ اور دونوں نواسوںؑ کو تھی جن کی پرورش وپرداخت پیدا ہوتے ہی رسولؐ کی گود میں ہوئی اور ان کو رسولؐ نے عربی تمدن سے بالکل علیحدہ رکھا تاکہ ماحول کا ذرہ برابر برا اثر نہ ہونے پائے اور خصائص نبوی وفضائل و کمالات رسالتی کا نمونہ بنے رہیں اور تو ارث عمرانی کا مظہر اتم رہیں، علم وعمل کا پتلا ہوں اور رسولؐ کی انقلابی اسکیم کو رسولؐ کے بعد مثل رسولؐ پورا کرتے ہیں۔ لہذا ایک مؤرخ اسلام کی صحیح تاریخ نویسی میں اسی وقت کامیاب ہوسکتا ہے جب رسولؐ اور آل رسولؐ کی صحیح زندگی کی روشنی میں اس کو دیکھے۔

علی مرتضیٰ علیہ السلام کی جنگیں

حضرت علیؑ کی جنگیں رسول اکرمؐ کی زندگی میں ان کے ساتھ ہوئیں جن کے متعلق روشنی ڈالی جا چکی کہ وہ جارحانہ ہرگز نہ تھیں، محض مدافعانہ تھیں۔

وفات رسولؐ کے بعد اپنے کو حقدار خلافت رسولؐ ثابت کرنے میں کسی دربار خلافتی میں علیؑ نہیں جھجکے لیکن ان خلافتوں میں جنگ نہیں کی۔ اس لئے کہ جنگ تو ان کے پروگرام ہی سے خارج تھی۔ رسولؐ کی خلافت کے واسطے لڑ کر خلافت رسولؐ بلکہ خود رسالت رسولؐ کو بدنام کرنا اور حکومت واقتدار کی جنگ کرنا خود اسلامی تعمیر کی تخریب تھی۔ اصلاح قوم اور تعمیر انسانیت جو رسالتی ڈیوٹی تھی، اس کو پورا کرتے رہے اور دوست ودشمن کو بلا امتیاز تعلیم دیتے رہے۔

اور یہی آپ کے بعد گیارہ اماموںؑ نے آپ کی ذریتؑ میں سے کیا۔ کتب فن رجال میں دیکھ لو۔ کس پابندی سے اپنے مطیع وغیر مطیع مخالفوں کو ان حضرات نے تعلیم دی ہے۔

اسی کی وضاحت کے لئے امام حسنؑ نے فریق مخالف سے صلح کر کے حکومت مادّی کو بغیر جھگڑے اور فساد کے دے کر پیچھا چھڑایا اور ہمیشہ کے واسطے ثابت کر دیا کہ جس چیز کو تم مایۂ فخر وامتیاز سمجھتے ہو یعنی دنیاوی سلطنت واقتدار، وہ رسولی اسکیم

سے بالکل بے تعلق اور بے لگاؤ ہے، تم کو مبارک رہے، البتہ خلافت روحانی اور قومی وانسانی تعمیر لیکن دین کی چیز نہیں ہے، وہ ہمارے ہی ہاتھ میں ہے اور دوسروں کے واسطے بھی کوئی روک ٹوک نہیں ہے بلکہ عین مقصود ہے، اس میں مزاحمت نہ کرو۔ یہی تو منشا اختلاف موجب تصادم ہے کہ تم رسولی پروگرام اور ان کی تعلیم کو مٹانے پر تلے ہو۔ یہ تصادم تو اسی وقت مٹے گا جب کہ فریقین ایک نقطہ پر جمع ہوجاویں اور ہم خیال بن جائیں۔

بعد رسولؐ علی مرتضیٰ کی جنگیں جمل وصفین ونہروان، یہ بھی محض دفاعی تھیں۔ مکہ معظّمہ سے چڑھائی کی گئی۔ امیر معاویہ نے شام سے جرّار فوج کے ساتھ چڑھائی کی۔ نہروانیوں نے جو انارکزم (Anarchism) کے موجد تھے، لشکر کشی کی۔ اس وقت حفاظت خود اختیاری کے واسطے علیؑ نے بھی تلوار کا بہادرانہ دفاعی استعمال کیا۔ قطع نظر اس سے، بعد قتل عثمان مسلمانوں نے اس اسلامی سلطنت کو مجبور کر کے علی مرتضیٰؑ کی حمایت وصیانت میں دیا تھا۔ اب ایک دیانت دار امین کا فرض تھا کہ اس امانت کی حفاظت کرے۔ علی مرتضیٰؑ اس امانت کی حفاظت کے لئے مجبور تھے کہ تلوار استعمال کریں اور جب انہی مسلمانوں نے جیتی ہوئی جنگ صفین میں غداری کی اور ابوموسیٰ اشعری کی سرکردگی میں کمیشن بٹھا کر علی مرتضیٰؑ کے ہاتھ سے امانت کو لے کر معاویہ کے ہاتھ میں دے دیا تو علیؑ بھی خاموش کوفہ پلٹ آئے اور جنگ کا خاتمہ کر دیا۔

امام حسینؑ صغرسنی سے ان گودیوں کے پالے ہوئے ہیں جو سیاست الٰہیہ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ان کے نظریے وہی ہیں جو انبیاءؑ و مرسلینؑ اور خاتم النبیینؐ وعلیؑ و بتولؑ کے نظریے تھے۔ رسولؐ نے عربی ماحول سے علیؑ و بتولؑ وحسنؑ وحسینؑ کو بالکل الگ تھلگ رکھ کر اپنی سیرت کے سانچے میں ڈھال دیا تھا اور اپنے علم وعمل کا آئینہ بنا دیا تھا۔

خود رسولؐ کیا تھے؟ وہ بربنائے توارثِ عمرانی جو حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت رسولؐ تک نبوت ورسالت کا ایک ہی خاندان میں سلسلہ چلا آرہا تھا تمام صفات انبیاءؑ و مرسلینؑ کے حامل تھے۔ وہ تمام تعلیمات الٰہیہ کے جو وقتاً فوقتاً رسولوں کو خدا کی طرف سے ہوتے تھے خدا کی طرف سے عالم اور اسی پر عامل تھے جس کو قرآن مجید میں رسولؐ کی زبانی قوم تک اس طرح سے پہنچایا گیا ہے۔ "**وقفینا علیٰ اٰثارھم**" ہم تو اپنے بزرگوں، نبیوںؑ اور رسولوںؑ کی تعلیمات کو دھراتے اور انہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ کوئی نئی بات کہنے نہیں آئے ہیں۔ رسولؐ کے یہ چاروں شاگرد بھی اسی توارث عمرانی کے مالک تھے کیونکہ اسی سلسلے نجیبہ سے تھے۔ اور تعلیمات انبیاءؑ و مرسلینؑ کو رسولؐ کی گود ہی میں سیکھ چکے تھے۔ اس لئے یہ چاروں ہستیاں عالم بعلوم انبیاءؑ و مرسلینؑ بھی تھیں اور رسولؐ کی انقلابی اسکیم کے جز جز سے باخبر تھیں اور اسی اسکیم کے چلانے کی ذمہ داری ہوچکی تھیں اور اسی کا ہمیشہ اعلان کرتی تھیں۔ اسی کو حضرت علی مرتضیٰؑ نے ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ میں تمہارے لئے حق کے راستے پر کھڑا ہوں گمراہی کے چوراہے پر جس جگہ تم (اپنی مختلف ذہنیتوں اور اسکیموں کے ساتھ) جمع ہوتے ہو۔ غلط ہے اس کی رائے جو مجھ سے مخالفت کرے۔ کبھی مجھے حق بات میں شک نہیں ہوا جب کبھی وہ میرے سامنے پیش ہوئی۔ (نہج البلاغہ)

دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:

"میں نے تم میں ایمان کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اور تم کو حلال وحرام کی حدوں سے باخبر کیا اور تم کو اپنی عدالت سے (جنگ نہ کر کے) امن وامان کا لباس پہنا دیا اور اپنے قول وفعل سے حسنِ سلوک کا تمہارے واسطے اوڑھنا بچھونا کر دیا اور تمہارے سامنے اپنی ذات سے بزرگ ترین اخلاق کا نمونہ پیش کر دیا۔"

پھر فرماتے ہیں: "قسم بخدا رسول اللہؐ نے اپنے زمانہ والوں کو جو تعلیمات دئے تھے، وہی آج میں تم تک پہنچا رہا ہوں اور تم کو کوئی ایسی بات نہیں سنائی ہے جو تمہیں نہ سنائی گئی ہو (رسول اللہؐ کی طرف سے) اور ان کے لئے آنکھیں کھولی گئیں اور دلوں

میں احساس پیدا کیا گیا (رسولؐ کی طرف سے) آج تمہارے لئے بھی وہی بات حاصل ہے۔''

پھر ایک موقع پر فرماتے ہیں: ''میری مدد کرو اپنی نفسیاتی خواہشوں کی مخالفت کر کے، خدا کی قسم میں مظلوم سے ظالم کی ضرور داد دلاؤں گا اور ظالم کی مہار پکڑ کر کھینچوں گا یہاں تک کہ اسے حق کے چشمہ پر پہنچادوں، اگرچہ وہ اسے کتنا ہی ناپسند کرتا ہو۔'' (نہج البلاغہ)

علی مرتضیٰؑ کی زبانی علوی مشن کی نوعیت صاف صاف سننے کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بقول علیؑ مرتضیٰؑ یہ کوئی نیا مشن نہیں ہے بلکہ وہی مشن ہے جس کو رسولؐ لے کر آئے تھے اور رسولی مشن بھی کوئی نیا مشن نہ تھا بلکہ وہی ہزاروں سال کا پرانا مشن تھا جو جملہ انبیاؑء و مرسلینؑ خدا کی طرف سے لائے تھے۔ علیؑ بھی اسی مشن کے ایک فداکار ممبر تھے اور حسنؑ و حسینؑ بھی۔ اسی لئے رسولؐ نے صفات مخصوصۂ ظاہری کو انبیاؑء کے ظاہر فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''جو آدمؑ نبی کو ان کے علم میں، جو نوحؑ نبی کو ان کے ورع و تقویٰ میں، ابراہیمؑ بنی کو ان کی خلّت میں، موسیٰؑ نبی کو ان کی ہیبت میں، عیسیٰؑ نبی کو ان کی عبادت و زہد میں دیکھنا چاہے وہ علی مرتضیٰؑ کو دیکھ لے۔

اس طرح علیؑ کی ذات کو بطور نمونہ پیش فرما کر رسولؐ نے اس توارث عمرانی اور تعلیمات الٰہی کی یک رنگی کو پیش فرمایا ہے اور علی مرتضیٰؑ کی آئندہ تبلیغوں کی صداقت کا سرٹیفکٹ دیا ہے۔

اسی طرح امام حسینؑ کی نسبت رسولؐ نے صاف صاف فرمایا ہے: ''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔'' اس سے اسی توارث عمرانی اور توارث صفاتی و اخلاقی و تعلیمی کا اشارہ ہے اور واضح کر دیا ہے کہ حسینؑ بھی اسی سلسلۂ نجیب کی ایک کڑی ہے۔

تمام انبیاؑء کا متحد مشن یہ رہا کہ خداشناسی کرائیں، خلق اللہ کی خدمت کریں، اخلاق سدھاریں، ظلم و خونریزی کو دنیا سے مٹادیں، حق و انصاف کا بول بالا ہو، ظلم و استبداد کی بیخ کنی ہو۔ تمام انبیاؑء کے تصادم اقوام عالم سے صرف اسی لئے تھے۔ ملک و مال، جاگیر و اقتدار کے واسطے نہ تھے۔ یہی نبوی مشن تھا اور یہی علویؑ و حسنیؑ و حسینیؑ اور یہی بقیہ اماموںؑ کا مشن تھا۔

اس فاسد تمدن عرب سے تصادم کے لئے حسینؑ صغرسنی سے اپنے کو تیار کر رہے تھے۔ رسولؐ و علیؑ و بتولؑ ہر وقت اپنے فرزند کو گودی میں لئے اس آنے والے وقت کی مصیبتوں کو دہرا دہرا کر حسینی تیاری کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔ فاطمہ زہراؑ کی یہی لوریاں تھیں۔ اس لئے حسینؑ کی نفسیاتی، تعلیمی، تربیتی ساخت ہی یہ تھی کہ وہ اپنی واحد ذات کا فریضہ اور ڈیوٹی شہادت کو قرار دیں۔ ان کا تصادم ہرگز یزید کے ملک و مال، اقتدار سے نہ تھا بلکہ اصولی تصادم تھا، عرب کی بگڑی ہوئی ذہنیت اور اس فاسد تمدن سے جو وفات رسولؐ کے بعد عرب کی مملکت پر چھا گیا تھا۔ یزید کو حسینؑ کی شہادت سے مادی فتح مبارک ہو، حسینؑ تو روحانی فتح چاہتے تھے جو کربلا کے میدان میں چند گھنٹوں میں حاصل کر لی۔ حسینؑ نے مادی اسباب کے لحاظ سے بہترین موقعے جنگ کے کھو دیئے، کسی کی کمک کو قبول نہ کیا، راستے میں ساتھ ہو جانے والوں کو بھی سمجھا بجھا کر پاس سے جدا کر دیا تا کہ امکانات جنگ کے جاتے رہیں اور یزید کو موقع اس کہنے کا نہ ملے کہ یہ لوگ خود سے ٹکرانے آئے، اس لئے قتل کئے گئے۔

امام حسینؑ نے ساتھیوں کو بھی پیش قدمی سے روکا اور اس وقت تک تلوار نہ اٹھائی جب تک یزیدیوں کی طرف سے ابتدا جنگ کی نہ ہوئی اور جب تک بزدلی سے مرنے پر بہادرانہ جان دینے کو ترجیح دینا ضروری نہ ہو گیا۔

کربلا کی جنگ کی روشنی میں صاف فیصلہ ہو سکتا ہے کہ اسلام ہرگز تلوار کا مذہب نہ تھا بلکہ قربانی، ایثار اور فداکاری کا مذہب تھا جس کو نامسلمانوں نے تلوار کا مذہب بنا کر غارتگری، ناامنی، بےرحمی اور سفاکی کے شرمناک داغ لگا دیئے۔

